ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

Vol.4 No.3 2021

تہذیبی ارتقاء میں مذہب کی ناگزیریت، فکر اقبال کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ

The Indispensibility of Religion in Evolution of Civilization in Light of Iqbal's Thought

جویریہ حسن[1]، ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ[2]

Abstract:

A thorough analysis of human history highlights that every civilization that has existed on the face of the Earth had to pass through phases or transitions. All these civilizations were ruled by a set of norms and values that defined them and were readily available in their religious texts or were transmitted to preceding generations through their ancestors. These cultural and religious norms played a vital role in the progress of these civilizations, however, on contrast, civilizations that neglected the pertinence of these norms and values faced ultimate demise. Clash of Civilizations became a debatable topic after Samuel Huntington's article titled 'Clash of Civilization' published in 1993. Even in modern times, historians, philosophers, and thinkers are concerned with the grave ramifications of this never-ending clash between the Eastern and Western side of the world. Eastern philosophers were the first to pinpoint the aftermaths of this clash, as Iqbal in his letter to Nicolson in 1921 mentioned how vital it was to foster the art of peaceful coexistence and interfaith harmony among civilizations and what fundamentals formed the bases of it. The western civilization has been dominated by materialism and has separated spiritualism and religion from political and economic spheres of life. They believe religion is a personal matter and lies at the discretion of the individual, with the state playing no role in the uplift of its stature no matter what. According to Spangler, religion plays an integral role in civilizational progression. Even Iqbal in his work highlighted that only those civilizations ruled the world who had close ties and affiliation with religion. He also highlighted the pertinence of metaphysical aspects in civilization growth rather than materialism, adding that the edifice of Islamic civilizations stands tall on religious fundamentals alone.

---

[1] PhD Scholar Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore.

[2] Prof. & Director Seerat Chair Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore.

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

This article aims to highlight the role of religion in the progression of civilizations. The article will also highlight the perspectives of prominent historians, thinkers and western philosophers such as Weber and Brown who in their work highlighted how the edifice of the societal structure bases upon religious fundamentals and how it decides their rise and ultimate downfall.

Key Words:

Civilizations, Religion, Peaceful, Coexistence, Iqbal, Metaphysical, Cultural Conflict, Religious Socialism, Religious Experience and Religious Inadequacy, Cultural Evolution, Intellectualism, Tawheed

ابتدائیہ:

دنیا کی تاریخ مختلف تہذیبوں کے عروج وزوال کی داستان سے عبارت ہے۔ ہر دور اور ہر معاشرے میں متنوع تہذیبیں کرہ ارضی پر اپنا وجود رکھتی رہی ہیں ان میں سے جن تہذیبوں نے طے شدہ آفاقی اصولوں کے تحت نمو پائی خطہ ارضی پر اپنی بقاء قائم رکھنے میں کامیاب رہی ہیں اسکے برعکس جن تہذیبوں نے فطری اصولوں کے خلاف راہ اپنائی صفحہ ہستی سے ان کا وجود ہمیشہ کے لیے مٹ گیا۔ مؤرخین نے تاریخ کا مطالعہ جن تہذیبی اکائیوں کے حوالے سے کیا انکی بنیادوں میں کارفرما عوامل ان تہذیبوں کی موجودہ تہذیبی شناخت اور بقاء ودوام کا مظہر ہیں

یہ حقیقت ہے کہ تہذیب ایک مقام پر پہنچ کر اپنے ارتقاء کے اعتبار سے رک بھی سکتی ہے اپنے بنیادی عناصر سے الگ ہو کر زوال پذیر بھی ہو سکتی ہے اور اپنی بنیادوں پر مستحکم رہتے ہوئے نئے علوم وفنون کی مدد سے ایک نئی حرارت اور ارتقاء کے خصائص بھی پیدا کر سکتی ہے۔ یہ کسی تہذیب کی حرکی قوت پر منحصر ہے کہ وہ تقلید سے تخلیق کی قوت پیدا کرلے۔ ہر تہذیب مخصوص ساخت مزاج، اہداف و مقاصد اور خصوصیات کی حامل ہوتی ہے۔ زوال وارتقاء کے اس منظر نامے میں تہذیبوں کے ایک دوسرے سے ممتاز ہونے کی اساس کئی عوامل پر ہے۔ ان تہذیبی ارتقائی عوامل میں مذہب کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ مذہب کی حیثیت مختلف معاشروں میں مختلف رہی اسی طرح مذہب کا دائرہ کار کسی تہذیب میں محدود اور کسی دوسری تہذیب میں وسعت کا حامل رہا ہے۔ مذہبی کردار پر تہذیب کے عروج وزوال کی بنیادیں استوار ہیں۔

افکار اقبال میں مذہب کی حیثیت کا ذکر کرنے سے قبل ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ان معاشروں اور تہذیبوں میں مذہب کی حیثیت سے سرسری بحث کی جائے جو معاصر دور کی ترقی یافتہ تہذیبیں شمار کی جاتی ہیں۔ بالخصوص مغربی تہذیب کے ارتقائی سفر میں مذہب ایک رکاوٹ خیال کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے اجتماعی زندگی میں مذہب کا عملی کردار محدود سے محدود تر کر دیا گیا۔ تمام تر مادی ترقی کے باوصف معاصر ادوار میں اخلاقی زوال نے ان معاشروں میں جگہ بنالی۔ ذیل میں مذہب کے تہذیبی کردار کے حوالے سے چند نامور مغربی مؤرخین کی آراء کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ سیکولر اور مذہبی معاشروں میں مذہب کے کردار و عمل کا جائزہ لیتے ہوئے تہذیبی ارتقاء میں مذہب کی مسلمہ حیثیت کے بارے میں حتمی نتیجہ تک پہنچا جاسکے۔ مرور زمانہ کے ساتھ مذہبی افکار میں تبدیلی آتی رہی جو نہ صرف مؤرخین کی فلسفیانہ آراء میں تنوع کا باعث بنتی بلکہ مذہب کے اس معاشرہ میں عملی کردار کا تعین کرنے میں بھی فیصلہ کن حیثیت کی حامل ہے

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

- ایڈورڈ گبن (1737-1794) نے اپنی مشہور کتاب (The History of the Decline and the fall of Roman Empire) میں مسلمہ مذاہب پر کھلی تنقید کی۔ گبن نے عیسائیت کو زوالِ روما کا ایک بڑا سبب قرار دیا۔اس نے مبینہ طور پر کتاب کے کئی ابواب میں مذہب کے بارے میں حقارت اور توہین آمیز انداز اختیار کیا جسکی وجہ سے اسے چرچ کی جانب سے سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔[1]
- اسی طرح میکس ویبر (1864-1920) نے اپنے مضمون (The protestant Ethics and the spirits of capitalism) میں مذہب کو مشرق اور مغرب کی مختلف ثقافتوں کی صورت گری کے چند ناگزیر اسباب میں سے اہم سبب قرار دیا ہے۔یہ بھی مذہب کے انفرادی کردار کا حامی ہے۔ویبر نے مغربی تہذیب کے ارتقاء میں چرچ سے علیحدگی کو مؤثر قرار دیا[2]۔
- ایمائیل ڈرکھائیم (1858-1917) نے تہذیبی و ثقافتی سطح پر مذہب کے کردار کو سماجی علوم کے ضمن میں موضوع بحث بنایا ہے۔اسکے مطابق مذہب سماجی رابطے کا ایک ذریعہ ہے۔ڈرکھائیم نے تہذیبی ارتقاء میں مذہب کی ناگزیریت کے حوالے سے اسے معاشرے کو سالمیت فراہم کرنے والا ایک اہم عنصر قرار دیا ہے اور یہ ایک قائم اور مستحکم معاشرے میں انفرادی سطح پر کسی فرد کے قابل شناخت ہونے کا ذریعہ اور طریق بھی ہے۔ مذہب کے مطالعے کے مقاصد کے حوالے سے اسکا دوسرا مقصد مختلف ثقافتوں میں مذاہب کے درمیان ربط تلاش کرنا اور ان میں مشترک عناصر کا تعین کرنا تھا۔[3]

"ڈرکھائیم نے مذہب کے چار مقاصد بیان کیے ہیں معاشرے میں نظم وضبط پیدا کرنا۔لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لا کر ان میں تعلق پختہ کرنا، معاشرے میں جذبہ تازگی اور روحانی بیداری پیدا کرنا اور افراد معاشرہ میں اچھے احساسات وجذبات، مسرت، اعتماد اور بہبود کا احساس پیدا کرنا۔"[4]

- آرنلڈ ٹائن بی (1889-1975) جس نے تہذیبوں کے عروج وزوال کے بارے میں تاریخی تناظر میں بارہ جلدوں پر مشتمل A study of the History تالیف کی۔ٹائن بی نے اپنی تالیف میں تہذیبوں کا تعین مذہبی اور ثقافتی بنیادوں پر کیا ہے۔اس نے اپنے نظریے کی بنیاد اس تصور پر رکھی کہ مذہب ایک حیات نو بخشنے والی قوت ہے۔اسکے فلسفے پر تنقید کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس نے زندگی کے دیگر پہلوؤں پر مذہب کو ترجیح دی۔ٹائن بی کے فکر و فلسفہ کو ایک مؤرخ سے زیادہ عیسائی واعظ کی فکر سے مماثل قرار دیا گیا۔[5]
- برنارڈ لیوس (1916) جسے تاریخ اسلام، اسلام اور مغرب کے تعلقات کا خصوصی ماہر تسلیم کیا جاتا ہے۔لیوس نے اپنی پیشہ وارانہ تحقیق کا آغاز شام سے کیا۔دیگر معاشروں کے اسلامی معاشرے سے تعلقات اور روابط کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کلچر میں مذہب کو ابدی حیثیت دی ہے۔[6]
- کرسٹوفر ڈاوسن نے بھی مذہب کے تہذیبی اثر کو تسلیم کیا ہے۔[7]

---

[1] Gibbon,E, *The Decline and Fall of the Roman Empire*(London:Chatto An Abridgment by D.M. Low,1963)87.

[2] Max Weber. *The Protestant Ethic and the Spirit of CApitalisim*. Trans: Stephen Kalberg(Roxbury Publications, 1995)35.

[3] Emile Durkheim.*The Elementray Forms of the religious Life*(London, Dover publications,2008)66.

[4] محمد طاہر، معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال (لاہور، اقبال اکادمی، ۲۰۱۳)۱۰۱۔

[5] Arnold J Toynbee,*A study of History: The Breakdowns of Civilizations*,(London, oxford university ,1947)50.

[6] Bernard Lewis.*Muslim Discovery of Europe*(NY: Norton paperback, 2001)719.

[7] محمد طاہر، معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال (لاہور، اقبال اکادمی، ۲۰۱۳)۳۰۷۔

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

- شیموئل آئزن سٹاٹ نے عظیم تہذیبوں کے مذہبی تجربے کی تفہیم کو ان تہذیبوں کے مطالعے کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔[1]
- سموئیل ہن ٹنگٹن جسے ۱۹۹۳ میں پالیسی سٹڈیز کے رسالے فارن افیئرز میں چھپنے والے مضمون The Clash of Civilization سے شہرت ملی۔اس کا بنیادی مؤقف یہ تھا کہ مابعد سرد جنگ تنازعات اکثر و بیشتر نظریاتی بنیادوں پر نہیں بلکہ ثقافتی بنیادوں پر سامنے آئیں گے۔ہنٹنگٹن نے پوری دنیا کو مذہب کی بنیاد پر آٹھ بڑی تہذیبوں میں تقسیم کیا گو اس نے تہذیبوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے کوئی واضح پیمانہ اختیار نہیں کیا۔ہن ٹنگٹن کی تمام تر فکر روایتی عیسائی نقطہ نظر کی حامل ،مغرب کے غلبہ کی خواہش اور مشرق کے خوف سے عبارت ہے۔مذہب کے بارے میں ہن ٹنگٹن کے بیانات متضاد مؤقف کے علمبردار ہیں[2] لیکن اس نے مذہب کو مثبت اور کہیں منفی انداز سے بیان کیا ہے۔ بالخصوص اسلام کو پوری فکر میں ہدف تنقید بنایا ہے جو کسی طرح بھی غیر جانبدارانہ فکر کا حامل مؤقف تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔تاہم ہن ٹنگٹن نے تہذیبی ارتقاء میں مذہب کو اہم حیثیت دی ہے.

مذہب ایک ایسا عنصر ہے جس کے ارد گرد پوری تہذیب کے تانے بانے بنے جاتے ہیں۔ بلاواسطہ انداز میں مذہب مختلف معاشروں میں زوال وارتقاء کے نئے مفاہیم روشناس کرواتا ہے۔

بحر حال مؤرخین کے افکار وآرا میں مذہب کے تہذیبی کردار کو مثبت یا منفی انداز میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ چناچہ سماجی ڈھانچہ ترتیب دیتے ہوئے مذہب کو بطور لازمی عنصر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔تاریخ گواہ ہے کہ ہر تہذیب یا تو کسی نہ کسی مذہب کی بنیاد پر استوار ہوگی یا مذہب اس تہذیب ومعاشرہ کے عوامل میں اہم کردار کا حامل ہوگا۔امتداد زمانہ کیساتھ مختلف معاشروں میں انکی نوعیت کے اعتبار سے مذہب کے کردار وافکار میں تبدیلی آگئی ہے اور ان سے منسلک معاشروں، معاشرتی اقدار،اداروں کی تنظیم اور قانون میں بھی تبدیلی لازم بن گئی۔اس تبدیلی کا آغاز سب سے پہلے عیسائی تہذیب میں ہوا صنعتی انقلاب ، انقلابی ایجادات،نئے براعظموں کی دریافت نے اس تہذیب کے نئے افق ترتیب دیئے۔نئی قوتوں کے سہاروں اور علم کی وسعت نے عیسائی تہذیب کو بحر اوقیانوس کے پار نئے براعظموں تک پہنچا دیا۔اس وسعت نے معاشرے میں مذہب کی ہیئت اور شکل بدل دی ۔ اس نظام میں جمہوریت ، معاشرتی تکثیر (Social Pluralism) سیاسی اداروں کی نئی ترتیب پیدا کی ۔ان تبدیلیوں نے یک طرفی جدیدیت کی بنیاد ڈالی اور دوسری طرف اس نے دنیا کے تجارتی وسائل اور سامان حرب کی پیداوار میں سبقت حاصل کر لی۔اس ارتقاء نے دنیا میں سرمایہ دارانہ استحصالی نظام پختہ کر دیا۔دور حاضر میں یہ مغربی تہذیب کہلاتی ہے۔جو بنیادی طور پر مذہب اور سیاست کی تفریق پر مبنی ہے۔ مغربی سیاسی امور میں دین ومذہب کے اصولوں کی پیروی کو لازم خیال نہیں کیا جاتا یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں لادینی سیاست کا دور دورہ ہے۔ادوار سابقہ میں مذہبی پیشوانہ صرف عوام الناس کی انفرادی واجتماعی زندگی کے جملہ شعبوں پر اثر انداز ہوتے تھے بلکہ امراء و پیشوا بھی امور مملکت میں کلیسا کی ایماء کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں لے سکتے تھے۔بعد ازاں مذہبی پیشوائیت اور پاپائیت کے خلاف تحریک کا آغاز ہوا تو عیسائی تعلیمات کے ناقابل عمل اعتقادات اور اہل کلیسا کی غیر سائنسی اور غیر معقول مذہبی تعبیرات کو نامور سائنسدانوں مثلا گیلیلیو اور سیاسی مفکرین مثلا میکاولی نے چیلنج کیا مذہبی میدان میں مارٹن لوتھر کی تحریک کیوجہ سے مذہب کو معاشرتی وسماجی امور حیات سے دیس نکالا دے دیا گیا۔اور یوں معاشرہ موجودہ دور کی جدیدیت کے مفاسد کا شکار ہوا۔نہ صرف مغربی معاشرہ اندرونی خلفشار اور فرد کی اخلاقی بدحالی کا شکار ہوا۔بلکہ طاقت کا توازن بھی متاثر ہوا۔ مغربی استعمار نے اپنے نظریاتی سیاسی اور اقتصادی مفادات کے حصول کے لیے پسماندہ اقوام کو اپنے زیر نگیں کرنے کے لیے ہر طرح کے حربے استعمال کیے۔

---

[1] محمد طاہر، معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال (لاہور، اقبال اکادمی، ۲۰۱۳) ۷۶-۳۔

[2] سموئیل پی ہنٹنگٹن، تہذیبوں کا تصادم۔ترجمہ احسن بٹ (لاہور، مثال پبلشنگ، ۲۰۱۳) ۶۵۔

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اس کے برعکس علامہ محمد اقبال کی تہذیبی فکر ارتقائے تہذیب کی مادی اساس کی بجائے روحانی تعبیر پر قائم ہیں۔ مغربی تہذیب میں عقلیت و دہریت کے رجحانات کے بعد مذہب اور عملی زندگی کو الگ الگ کر دیا گیا۔ اقبال اس عمل کو بنظر تحسین نہیں دیکھتے۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہے فرنگی مدنیت کے فتوحات[1]

مذہب سے عملی زندگی کی دوئی نے مغربی معاشرے پر جو اثرات مرتب کیے علامہ کی دور بین نگاہ ان کا نظارہ پہلے ہی کر چکی تھی آپ فرماتے ہیں "میں نے آج سے پچیس سال بیشتر اس تہذیب کی یہ خرابیاں دیکھی تھیں تو اس کے انجام کے متعلق پیش گوئیاں کی تھیں۔ یہ ۱۹۰۷ء کی بات ہے۔ اس سے چھ سات سال بعد یعنی ۱۹۱۴ میں میری یہ پیش گوئیاں حرف بحرف پوری ہو گئیں۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ یورپ دراصل اہل یورپ کی غلطی کا نتیجہ تھی یعنی مذہب و حکومت کی علیحدگی اور دہریانہ مادیت کا ظہور۔ بالشوزم مذہب و حکومت کی علیحدگی طبعی نتیجہ ہے۔ میں نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ مادیت سے بچیں۔ چند روز قبل انگریز خواتین کے ایک بہت بڑے مجمع میں مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں عورتوں کو کوئی نصیحت کروں۔ میں نے انھیں کہا تھا کہ انگریز خواتین کا سب سے پہلا اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ وہ آیندہ نسل کو دہریانہ مادیت کے چنگل سے محفوظ کریں"۔[2]

جہاں قمار نہیں، زن تنک لباس نہیں
جہاں حرام بتاتے ہیں شغل مے خوری
نظروران فرنگی کا ہے یہی فتویٰ
وہ سر زمین مدنیت سے ہے ابھی عاری[3]

علامہ مغربی تہذیب کی ان مادی اقدار کے بالمقابل اسلام کو بطور جامع نظام حیات پیش کرتے ہیں آپ تہذیب کا حرکی تصور رکھتے ہیں علامہ کے نزدیک اسلام کی دعوت میں وہ عناصر موجود ہیں جو عقل استقرائی کی کارفرمائی سے ایک عظیم تہذیب بپا کر سکتے ہیں علامہ کے نزدیک یورپ نے اسلامی تہذیب کی اس روح کو پا کر جو تہذیب بپا کی دراصل اسلامی تہذیب کی اصل روح کی توسیع تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ "مغربی تہذیب دراصل اسلامی تہذیب ہی کے بعض پہلوؤں کی ترقی یافتہ شکل ہے۔"

لہٰذا محض عقلی نظام پر انحصار روحانی افلاس کا پیش خیمہ بنتا ہے جب تک عقلی استعداد کیساتھ روحانی و وجدانی انداز نظر نہ ہو تو کوئی تہذیب نہ ارتقاء کی جانب گامزن ہو سکتی ہے اور نہ ہی مستحکم بنیادوں پر قائم رہ سکتی ہے۔ عقل محض کی بنیاد پر بپا کی جانے والی تہذیب کا المیہ یہ ہے کہ اس نے کائنات کی مرئیت کو غیر مرئی حقیقت کے جاننے کا آلہ تصور کرنے کی بجائے مرئی حقیقت کو ہی اصل تصور کر لیا۔ جبکہ تہذیب اسلامی توحید کے عمرانی اطلاقات کی مظہر ہے۔[4]

---

1. محمد اقبال، کلیات اقبال (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۹) ۷۵ ۳۔
2. رفیق افضل، گفتار اقبال (لاہور، ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب، ۱۹۸۶) ۳۵۴۔
3. محمد اقبال، کلیات اقبال (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۹) ۶۶۴۔
4. وحید عشرت، فکریات اقبال (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹) ۱۲۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

اس تہذیب کا مقصد ایسے عمرانی و سماجی مظاہرات کی نمو پذیری ہے جسمیں انسان انفس وآفاق کی تفہیم کے ذریعے مرئی حقیقت کے ابلاغ سے غیر مرئی حقیقت یعنی ذات خدا کا عرفان حاصل کرے اپنا روحانی استخلاص کر سکے۔ تمام عالم اسباب انسان کے اسی روحانی استخلاص کا راستہ ہے۔مذہب کی روحانی قدر کو پا کر ہی کوئی تہذیب ارتقاء کی منازل طے کر سکتی ہے اور شعور اور جستجو سے حاصل کردہ عروج پر متمکن رہ سکتی ہے۔اس فلسفے کو سمجھ لیا جائے تو مغرب کی حالیہ ترقی میں جھلکتا اخلاقی قدروں کا زوال اور امت مسلمہ کے گزشتہ عروج کی پیش روی میں موجودہ زوال کا بنیادی سبب سمجھنا قطعاً مشکل امر نہیں ہے اقبال اسلام کا ذکر نہ صرف مذہبی عقیدت سے کرتے ہیں۔بلکہ اس سے بڑھ کر اسے بطوار دین اور نظام حیات اپنانے کی راہ بھاتے ہیں نکلسن کے نام خط میں عالمی سماجی نظام کی تشکیل کے ضمن میں آپ نے اسلام کو بطور مثالی معاشرتی نظام اپنانے کی جانب صراحتا اشارہ کیا ہے[1].

فی الحقیقت اقبال کی فکری تبدیلی میں تین بنیادی عناصر کار فرما تھے۔ مغرب کی ملحدانہ مادہ پرستی،لادینی سیاست،علاقائی اور وطنیت و قومیت پرستی۔[2]
یہی وجہ ہے کہ انہوں نے امت مسلّمہ کو مغرب کی مادی ترقی کی چکاچوند سے مرعوب نہ ہونے کی ترغیب دی۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف[3]

تہذیبی ارتقاء میں مذہب ناگزیر حیثیت کا حامل ہے اس لیے اقبال کے نزدیک الحاد جملہ برائیوں کی جڑ ہے۔خدا،مذہب،اخلاق،رواداری سے دوری روحانیت کا فقدان الحاد و مادہ پرستی کا سبب بھی ہے۔اور اسکا منطقی نتیجہ بھی۔یہی وجہ ہے کہ اقبال تہذیب اسلامی میں مذہب کی زندہ و اطلاقی حیثیت پر زور دیتے ہیں۔اور تہذیبوں کے فطری تصادم کے نتیجے میں جنم لینے والے حوادث وواقعات سے نبرد آزما ہونے کے لیے جس بقائے شخصی اور علو وارتقاء کی بات کرتے ہیں وہ اقبال کے اس عالمی سماجی نظام کا خاکہ ہے جسکی بنیادیں اسلام سے اٹھتی ہیں آپ فرماتے ہیں

میری فارسی نظموں کا مقصود اسلام کی وکالت نہیں بلکہ میری قوت طلب و جستجو تو صرف اس چیز پر مرکوز رہی ہے کہ ایک جدید معاشرتی نظام تلاش کیا جائے اور عقلا یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کوشش میں ایک ایسے معاشرتی نظام سے قطع نظر کر لیا جائے جس کا مقصد وحید ذات و پات،رتبہ و درجہ رنگ و نسل کے تمام امتیازات کو مٹا دینا ہے۔اسلام دنیوی معاملات کے باب میں نہایت ژرف نگاہ بھی ہے اور پھر انسان میں بے نفسی اور دنیوی لذائذ و نعم کے ایثار کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔اور حسن معاملت کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے ہمسایوں کے بارے میں اسی قسم کا طریقہ اختیار کیا جائے۔یورپ اس گنج گراں مایہ سے محروم ہے۔اور یہ متاع اسے ہمارے ہی صحبت فیض سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔[4]

اقبال کا سال نو کا پیغام انکی تہذیبی فکر کا نچوڑ ہے۔[5]

---

[1] عطاء اللہ،اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال (لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۰۵) ۳۴۱۔

[2] رفیع الدین ہاشمی،اقبالیات: تفہیم و تجزیہ (لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۲) ۲۵۔

[3] محمد اقبال،کلیات اقبال (لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۰۹) ۵۸۵۔

[4] عطاء اللہ،اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال (لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۰۵)۳۴۹۔

[5] محمد اقبال،علامہ اقبال تقریریں، تحریریں اور بیانات۔ترجمہ: اقبال احمد صدیقی (لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۱۵)۲۳۸۔

JAHAN-E-TAHQEEQ جہانِ تحقیق
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

دور جدید میں انسان بحثیت مجموعی جن فکری و عملی مسائل سے گزر رہا ہے ان کے حل کے لیے ایک جامع فکری نظام کی ضرورت ہے کلاسیکیت کے بعد جدیدیت نے انسان کے سامنے یہ دعوی کر رکھا ہے کہ ایک واحد تصور کائنات پیش کرنے کے لیے کلیت کا حامل دعوی کرنا ممکن ہے۔ لیکن مابعد جدیدیت نے اس دعوے کو کلیتاً رد کر دیا کہ کسی قابل اعتماد تصور کائنات کا امکان موجود ہے اس طرح روایت، جدیدیت اور مابعد جدیدیت تبدیلیوں کے تناظر میں اقبال کی فکر آج کے جدید انسان کی فکری و عملی ضرورتیں پوری کرتی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیسوی صدی میں جدیدیت کے جواب میں اقبال مسلم دنیا کی واحد نمائندہ آواز ہیں۔

تہذیبوں کے زوال وارتقاء کے متعلق مؤرخین کی آراء مختلف ہیں۔ دراصل زوال ایک سماجی عمل ہے۔ جس کے آثار وقرائن خود اس تہذیب کی اجتماعی و معاشرتی زندگی میں پنہاں ہوتے ہیں۔ جو بتدریج نمو پاتے ہیں۔ فکر اقبال اس ضمن میں معاصر فلاسفہ میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے آپکی فکر و دانش کے تمام زاویے الہی فلسفہ عروج وزوال سے ماخوذ ہیں۔

قرآن نے بھی عاد و ثمود اور تاریخی واقعات کے ذریعے قوموں کے عروج وزوال کا فلسفہ پڑھایا کہ ترقی کے باوجود جب قومیں اخلاقی طور پر کھوکھلی ہو جائیں تو موت اور تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اسپنگلر نے یہ چھوٹی سی حقیقت اپنی کتاب زوال مغرب میں بیان نہیں کی جو اقبال نے اپنی فکر اور شاعری میں نمایاں کی کہ موجودہ مغرب مادی ترقی کے باوجود مذہبی قدر کھو کر اپنے اسلحہ سے موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔

فریڈرک اسپنگلر نے اپنی کتاب "زوال مغرب" میں مغرب کے زوال کی پیش گوئی میں بھی مغربی اور دوسری بالخصوص اسلامی تہذیب کا تذکرہ کیا تھا۔ مگر وہ اسلامی تہذیب کے خاتمے کا اعلان کرتا نظر آتا ہے۔ اس نے بھی ابن خلدون کے نظریہ عصبیت کے تحت عصبہ (Organic) کا تصور اپنایا کہ تہذیبوں پر بھی بچپن، جوانی اور بڑھاپا طاری ہوتا ہے یہ کیوں طاری ہوتا ہے وہ بیان نہ کر سکا وہ اخلاقی زوال ہے جو یہ کیفیت طاری کرتا ہے "تعلیمات نبوی ﷺ کا لب لباب مجوسی ہی تو ہے" علامہ اقبال اسپنگلر کے اس نقطہ نظر کارد کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اب سپنگلر یہ سمجھتا ہے کہ تعلیمات نبوی ﷺ کی بحث میں اس کا یہ نظریہ اسلام پر بھی منطبق ہو سکتا ہے تو اس سے بڑھ کر غلط فہمی اور کوئی نہیں ہو سکتی یہاں جو بات یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ مجوسی بہر حال خدایان باطل کے وجود کا قائل تھا، یہ دوسری بات ہے کہ اسے ان کی عبادت سے انکار تھا لیکن اسلام نے تو خدایان باطل کا وجود ہی تسلیم نہیں کیا۔ نہ اشپنگلر یہ سمجھا، نہ اسلام کے اصول خاتمیت کی تہذیبی قدر و قیمت اس پر واضح ہو سکی۔"[1]

اسلامی تہذیب کے لیے بھی اس کا دعوی تھا کہ وہ مرچکی ہے۔ اور اب ابھر نہیں سکتی، مگر اقبال نے اشپنگلر کے نظریہ کو رد کیا مگر اقبال نے مغرب کے اخلاقی افلاس کے جس مرض کی نشاندہی کی اور مغرب کے نسلی تفاخر پر مبنی نیشنلزم کو زوال مغرب کی جو اساس بنایا اس کے ظہورات صاف نظر آرہے ہیں کہ یہ تہذیب کا رگہ شیشہ گراں ہے۔ یہ شاخ نازک پر بنا آشیانہ ہے[2].

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر ، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات[3]

---

1 محمد اقبال، الہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید۔ ترجمہ سید نذیر نیازی (لاہور، بزم اقبال، ۱۹۸۶) ۲۱۳۔

2 محمد اقبال، کلیات اقبال (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۹) ۲۰۔

3 محمد اقبال، کلیات اقبال (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۹) ۴۳۴۔

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

تہذیبوں کی بقاء وارتقاء میں فرد واحد کی آسودگی، اعلی اخلاقی اقدار کا فروغ، دولت کی مساویانہ تقسیم کار، جوابدہی اور احتساب کا ماورائی احساس، قانون کی بالاتری جیسے عناصر اور معاشرے میں ان اقدار کی تنفیذ جیسے ضروری اقدامات کی اساس مذہبی تصور کے بغیر ممکن نہیں۔یہی وجہ ہے کہ اقبال کے ہاں تہذیبی زندگی کی اساس مادی نہیں بلکہ مابعد اطبیعی اقدار پر مبنی ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

"مذہب کسی ایک شعبہ زندگی تک محدود نہیں یہ نری فکر نہیں ہے یہ نرا احساس بھی نہیں یہ پورے انسان کا پورا اظہار ہے"

دیگر تہذیبوں نے اگرچہ اپنے سماجی ڈھانچے میں مذہب کو مختلف حیثیت دی ہے۔ مگر تہذیب اسلامی میں زندگی کا سماجی و تمدنی پہلو مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کو کلیدی وبنیادی حیثیت حاصل ہے

دیں مسلک زندگي کي تقویم
دین سر محمد ﷺ و ابراهیم[1]

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن، سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی ذہن میں نہیں آسکتا۔اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح کا داعی نہیں۔ بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے جو اس کے قومی اور نسلی نقطہ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔

اسلامی تعلیمات کی روح کسی خاص گروہ سے مختص نہیں ہے اسلام تو کائنات انسانیت کے اتحاد عمومی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے تمام جزوی اختلافات سے قطع نظر کرلیتا ہے دراصل خدا کی ارضی بادشاہت صرف مسلمانوں کے لیے مختص نہیں ہے بلکہ تمام انسان اس میں داخل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ نسل اور قومیت کے بتوں کی پرستش کو ترک کر دیں۔اور ایک دوسرے کی شخصیت کو تسلیم کر لیں۔[2]

مذہب کے بارے میں خالص عقل پرستانہ مغربی طرز فکر کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس میں وجدان اور احساس کے سارے بیش قیمت عناصر خارج ہو گئے اور مذہب چند فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ بن کر رہ گیا اور یوں دین اور دنیا میں تفریق پیدا ہو گئ۔[3]

اقبال علیحدگی کے اس عمل کے اثرات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے سیاست نے لادین ہو کر مغرب کو جس ڈگر پر چلایا۔اس کا ذکر کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں:

جو بات حق ہو، وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی
خدا نے مجھ کو دیا ہے دل خبیر و بصیر
مری نگاہ میں ہے یہ سیاست لا دیں
کنیز اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر
ہوئی ہے ترک کلیسا سے حاکمی آزاد
فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر
متاع غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کی

1 محمد اقبال، کلیات اقبال (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۹) ۵۳۱۔

2 عطاء اللہ، اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۵)۳۵۷۔

3 عبدالحمید صدیقی، مذہب اور تجدید مذہب (لاہور، شرکت پریس۔س۔ن) ۴۷۔

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

تو ہیں ہر اول لشکر کلیسیا کے سفیر[1]

جبکہ اقبال تہذیبی زندگی میں مذہب کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں اقبال کے مطابق مذہب ہماری کل ہستی پر حاوی ہے۔ لہٰذا اس کی تاریخ ہماری پوری نشو ونما کا خلاصہ ہونی چاہیے۔ اقبال مذہبی زندگی کو جن تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ ملی و تہذیبی ارتقاء میں مختلف جہتوں سے متحرک کردار ادا کرتے ہیں۔ مذہب کا جوہر ایمان ہے "اسمیں مذہب کا ظہور ایک ایسے نظم وضبط کی شکل میں ہوتا ہے۔ جیسے افراد ہوں یا اقوام ایک حکم کے طور پر بلا چون وچرا قبول کر لیتے ہیں۔ تاریخی وسیاسی وملی اعتبار سے یہ طرز عمل قوموں کی تاریخ میں بڑے دوررس اور وقیع نتائج کا باعث ہوتا ہے۔" [2]

گویا کچھ جہتوں سے مذہب کو تشکیل کائنات میں غالب عنصر کی حیثیت حاصل ہے اور اسلام میں اس کا تصور روایتی یا رسمی نہیں بلکہ خالصتا عملی ہے اور یوں اسلامی تہذیب میں مذہب فرد کی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں رچ بس کر معاشرے کی فعال حقیقت بن کر ابھرتا ہے۔ یہاں ہمارا موضوع بحث عقائد وارکان سے فرداً فرداً بحث نہیں ایسی صورت میں دلائل قرطاس در قرطاس انبوہ کثیر کی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ بہر حال ایک کلیہ وفارمولہ یا بطور اصول حیات مذہب ہر تہذیب کا کلیدی عنصر رہا ہے۔

حاصل کلام:

انسانیت کو آج تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ کائنات کی روحانی تعبیر، فرد کا روحانی استخلاص ایسے عالمگیر نوعیت کے بنیادی اصول جو روحانی بنیادوں پر انسانی سماج کی نشو ونما میں رہنما ہوں۔ جو تہذیبیں فرد کی ان احتیاجات کو پورا نہیں کرتیں سماجی ارتقاء ونشو ونما سے محروم رہتی ہیں۔ اسلامی تہذیب جو روح و مادے کی وحدت کے اصول پر قائم ہے۔ مذہب کی مضبوط اور غیر متزلزل بنیادوں پر استوار ہے۔ جسمیں زندگی کا سماجی و تمدنی پہلو مذہب سے الگ نہیں اور یہی مذہب حیات انسانی کو مستحکم اساس فراہم کرتا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک قرآن نے مطالعہ فطرت، کائنات کے اسرار و رموز سمجھنے اور اس کی تسخیر کی انساں کو راہ دکھائی چنانچہ علامہ کے نزدیک یورپ نے اسلامی تہذیب کی اس روح کو پا کر جو تہذیب برپا کی وہ دراصل اسلامی تہذیب کی اصل روح کی توسیع تھی۔ مگر یورپی تہذیب چونکہ شعور نبوت سے ہم آہنگ نہ تھی اس لیے وہ مادی قوت اور ٹیکنالوجی کے سحر میں الجھ کر اپنی بنیادی غایت اور مقصد سے محروم ہو کر اندھی میکانکی قوت کی اسیر ہو گئی۔ فوکویاما، سیموئیل، پی ہنٹنگ ٹن کی آج کی فکر میں ہی مایوسی نہیں، فریڈرک اشپنگلر کی زوال مغرب، نیٹشے کے خدا کے مرجانے، لینن کی خدا کے حضور مناجات، ہیگل کے خیالی فلسفے اور کارل مارکس کے خطوط خم دار کی نمائش میں اور البرٹ کامیو کی وجودیت میں تشتت اور مایوسی کے سوا کچھ نہیں، اقتصادیات کی موت ہو گئی، تاریخ اپنے اختتام تک آ گئی اور تصادم کے ذریعے انسانیت کی تباہی۔ یہ ہے مغرب کی اساس۔

جہان مغرب کے بت کدوں میں، کلیساؤں میں، مدرسوں میں

ہوس کی خوں ریزیاں چھپاتی ہیں عقل عیار کی نمائش

جبکہ فکر اقبال اکیسویں صدی میں امید، رجائیت، عشق، جوش، ولولے اور سرود زندگی سے سرشار ہے۔ انسان کو فقط مادی ترقی کی نہیں روحانی آسودگی کی بھی ضرورت ہے۔ جو اسے مذہب کے دامن توحید سے وابستہ ہو کر ہی میسر آ سکتی ہے۔ مذہب تہذیبی ارتقائی عمل کے پورے میکانزم پر محیط ہے جو نوع انسانی کو بقاء کی اساس فراہم کرتا ہے۔ امید صبح نو کے نئے دروا کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہیے کہ بنی نوع انسان کی اقوام کو باوجود شعوب و قبائل اور الوان والسنہ کے اختلافات کو

---

[1] محمد اقبال، کلیات اقبال (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۹) ۲۶۴۔

[2] محمد اقبال، الہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید۔ ترجمہ سید نذیر نیازی (لاہور، بزم اقبال، ۱۹۸۶) ۲۶۳۔

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

تسلیم کرنے کے ان کو تمام آلودگیوں سے منزہ کیا جائے جو زمان، مکان، وطن، قوم، نسل، نسب، ملک وغیرہ کے ناموں سے موسوم کی جاتی ہیں اور اس طرح اس کے پیکر خاکی کو وہ ملکوتی تخیل عطا کیا جائے جو اپنے وقت کے ہر لحظہ میں ابدیت سے ہمکنار ہو۔

پس اقبال کے فکر و فلسفہ میں تہذیب کی اساس روحانی اقدار پر استوار ہے معاصر تہذیبی منظر نامے میں یہ مرتبہ فقط تہذیب اسلامی کو ہی حاصل ہے۔ کہ یہ اعلی وابدی، روحانی اقدار پر مبنی اقدامی مزاج کی مظہر تہذیب ہے اور یہی تہذیبی ارتقاء کا نقطہ کمال ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مصادر و مراجع

اقبال، علامہ محمد. الہیات اسلامیہ کی تشکیل جدید. اردو ترجمہ سید نذیر نیازی, لاہور: بزم اقبال، ۱۹۸۶۔

اقبال، علامہ محمد. علامہ اقبال تقریریں، تحریریں اور بیانات. اردو ترجمہ: اقبال احمد صدیقی, لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۵۔

اقبال، علامہ محمد. کلیات اقبال. لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۹۔

اے. برٹ, ایڈون. فلسفہ مذہب. اردو ترجمہ: بشیر احمد ڈار، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۲۳۔

خضر یسین، ڈاکٹر. مذہبی تجربہ. لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۲۔

رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر. اقبالیات: تفہیم و تجزیہ. لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۲۔

طاہر حمید، تنولی، ڈاکٹر. معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال. لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۳۔

عبدالحمید صدیقی. مذہب اور تجدید مذہب. لاہور: شرکت پریس۔

عطاء اللہ، شیخ. اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال. لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۵۔

کنیز فاطمہ، ڈاکٹر. اقبال اور عصری مسائل. لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز, ۲۰۰۵۔

معینی، عبدالواحد، سید. مقالات اقبال. لاہور: القمر انٹرپرائزز, ۲۰۱۱۔

ہنٹنگٹن، سموئیل پی. تہذیبوں کا تصادم. ترجمہ احسن بٹ، لاہور: مثال پبلشنگ، ۲۰۰۳۔

وحید عشرت، ڈاکٹر. فکریات اقبال. لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز, ۲۰۰۹۔

Durkheim, E mile. *The Elementry Forms of the religious Life*.Dover Publications Inc,2008.

Gibbon,E. *The Decline and Fall of the Roman Empire*, An Abridgment by D.M. Low,London:Chatto ,1963.

John Creswell. *Qualitative inquiry and research design chossing among Five approaches*.London: SAGE,2007.

Spangler, Oswald, *The Decline of the west*.Ruskin Home: Musuem street,1954.

Toynbee, Arnold J. *A study of History: The Breakdowns of Civilizations*. London:oxford university,1935.

Weber, Max. *The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalisim*.Trans by Stephen kalberg, Roxbury Publications.

1905,